جناب سید رفاقت علی شاہ صاحب
اضافہ۔ سمیع الحق

اکوڑہ خٹک کے ایک متبحر عالم
علامہ عبدالنور سخروی رحمۃ اللہ علیہ
تلمیذ رشید مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

حضرت علامہ عبدالنور سواتی سخرویؒ کی زندگی کا بیشتر حصہ اکوڑہ خٹک میں گذرا، یہیں انتقال فرمایا وہ ان علماء ربانیین میں سے تھے جن کا تعلق دارالعلوم دیوبند کے طبقہ اولیٰ کے اکابر ومشائخ سے تھا۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ رسم ورواج کے خلاف جہاد اور احیاء سنت کی جدوجہد ان کا خصوصی وصف رہا، حمیت حق سے سرشار تھے، اکوڑہ خٹک اور اس کے گرد ونواح سے کئی غیر شرعی امور اور بدعات کا قلع قمع فرمایا۔ میرے جد امجد الحاج مولانا معروف گل مرحوم بھی ان مساعی میں ان کے ساتھ تھے۔ علمی تبحر اور تعمق کا اندازہ ان کے کئی تصانیف سے ہو سکتا ہے جنکی نئے انداز میں ترتیب وتبویب اور اشاعت کی ضرورت ہے۔ عرصہ سے خیال تھا کہ مولانا مرحوم کے احوال وسوانح اور علوم پر کوئی توجہ دے۔ میری خواہش پر مولانا مرحوم کے حفید سید رفاقت علی شاہ صاحب نے مرحوم کی سوانح پر یہ مضمون قلمبند کیا جو اس سلسلہ کا بالکل ابتدائی کام ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے کہ مزید تحقیق وتنقیح سے مولانا کے افکار وسوانح پر کام کر سکے۔

مضمون کے بعد احقر نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر اکابر کے تحریر کردہ مولانا مرحوم کے بارہ میں تاثرات وسندات جو اصل شکل میں ناچیز کے پاس محفوظ ہیں شامل کئے ہیں۔

(سمیع الحق)

آپ کا اسم گرامی سید محمد عبدالنورؒ اور والد ماجد علامہ سید محمد آیت اللہ تھے۔ آپ ترمذی سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ موضع سخرہ نوخارہ ریاست سوات میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور کوئی بہن بھائی نہ تھا اس لئے آپ کے والد نے آپ کی پرورش کی خاطر دوسری شادی کر لی لیکن سوتیلی ماں نے بدسلوکی کی انتہا کر دی جسکی وجہ سے آپ کے والد نہایت دل برداشتہ ہو گئے۔ اور آپ کو پانچ سال

کی عمر میں گھر سے نکال کر موضع تھانہ (موجودہ ضلع سوات) کے ایک متبحر اور صاحب نظر عالم حضرت مولانا عزیز اللہ صاحبؒ کی خدمت میں بغرض حصول علم بھجوا دیا۔ آپ عرصہ چھ سال تک ان سے مروجہ علوم حاصل کرتے رہے۔ اسی دوران آپ نے قرآن کریم بھی حفظ کر لیا۔ مروجہ علوم کی تکمیل کے بعد استاد صاحبؒ کی اجازت سے گیارہ سال کی عمر میں طلب علم کی خاطر سیدھے ہند روانہ ہوئے۔ رہبر کامل کی تلاش میں صعوبات سفر کی پرواہ کئے بغیر اپنا سفر جاری رکھا۔ بہاولپور میں کچھ عرصہ قیام کیا اور مولانا محمد اسحٰق صاحبؒ سے کچھ کتب پڑھیں، بعد ازاں الٰہ آباد پہنچے، جہاں یکتائے روزگار مولانا محمد فاروق العباسی الحنفی سے ملاقات ہوئی۔ اور انہی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ نظریہ "تکمیل علم" تھا۔ لہٰذا جو کچھ ممکن ہو سکا ان سے اخذ کر لیا لیکن کام ابھی تک نامکمل تھا۔

وہاں سے آپ ان ایام میں دہلی پہنچے۔ جس وقت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ۔ جناب مولوی کریم بخش صاحب پنجابیؒ کی خدمت میں پڑھایا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کو اپنی علمیت اور قابلیت پر فخر تھا۔ اس لئے آپ نے مولوی کریم بخش صاحب پنجابیؒ سے دلیرانہ کہا کہ ہند میں کوئی عالم بھی نہیں جو میری علمی تشنگی ختم کر سکے۔ اور مجھے کما حقہٗ مطمئن کر سکے۔ یہ واقعہ حضرت مولاناؒ نے کئی بار خود دہرایا۔ سرحد کے باشندے جو کہ آج بھی ہندوستان میں ولایتی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ وہ کوہستانی پٹھان جو کہ نہ اردو سمجھ سکتا تھا نہ بول سکتا تھا۔ اپنے سابقہ عربی اور فارسی کے علم کے بل بوتے پر اترایا۔ جناب مولوی پنجابیؒ نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو اس ولایتی شاگرد کیلئے منتخب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ اگر اس ولایتی نووارد اقلیم علم کی تسلی نہ کرا سکے تو ناک کٹوا دوں گا۔

حضرت گنگوہیؒ کافیہ کی کتاب اٹھا کر نئے شاگرد کو پڑھانے لگے۔ چونکہ کافیہ تو آپ نے تھانہ (سوات) ہی میں حفظ کیا تھا۔ اس کی تشریحات حضرت گنگوہیؒ کی زبان مبارک سے سنیں تو آپ حضرت گنگوہیؒ کے گرویدہ ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابھی دارالعلوم دیوبند کو چند ہی سال ہوئے تھے۔ یہ واقعہ مصنف "تذکرۃ الرشید" نے لکھا ہے۔ لیکن اتنی تحقیق نہ فرمائی کہ آخر اس ولایتی عالم اور مجاہد کا نام بھی تحریر فرماتے۔ ہندوستانی اہل قلم حضرات نے یہاں تاریخ کی نقاب کشائی کی ہے وہاں صوبہ سرحد کے مشائخ و علماء کی خدمات کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ جو کہ تاریخ کے ساتھ ظلم اور ناانصافی کے مترادف ہے۔

اب ہند میں آپ کیلئے سب سے بڑا مسئلہ اردو زبان کا تھا۔ لہٰذا اس کام کا ذمہ بھی حضرت گنگوہیؒ نے لیا۔ اور آپ کو فارغ اوقات میں علوم مروجہ کے علاوہ اردو زبان بھی سکھانے لگے۔ آپ نے دو ماہ کی قلیل مدت میں نہایت روانی سے اردو بولنی اور پڑھنی شروع کر دی۔ آپ حضرت گنگوہیؒ کے

ساتھ گنگوہ شریف چلے گئے اور وہیں ان کے حجرہ میں قیام پذیر ہو گئے اور ان کے علمی اور روحانی فیوضات و کمالات سے مستفید ہوتے رہے۔ حصولِ علم کے دوران آپ ہر وقت حضرتؒ کے قریب رہے۔ اور زمانۂ طالب علمی ہی میں آپ دیگر مقتدر علماء و صلحاء اور بزرگان دین مثلاً جناب مولانا مملوک علی صاحبؒ۔ جناب مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور مولانا حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی سے بھی روحانی اور علمی طور پر فیضیاب ہوتے رہے۔ اور انہی ہستیوں کے ساتھ شانہ بشانہ انگریز سامراج کے خلاف جہاد میں برسرِ پیکار رہے۔ اور اسلام کی خاطر سر فروشانہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بارہ سال تک دہلی اور گنگوہ میں حصولِ علم کے بعد پیر و مرشد حضرت گنگوہی کے حکم پر دیوبند تشریف لے گئے اور کئی سال تک برائے نام مشاہرہ پر درس و تدریس کے فرائض سے عہدہ برآ ہوتے رہے۔ اس کے بعد حضرتؒ کی اجازت سے مزید تحقیق و تدقیق کیلئے عازم حرمین شریفین ہوئے وہاں پر تحقیق و تدقیق کے ساتھ ساتھ درس و تدریس بھی فرماتے رہے۔

ہر سال جب قافلۂ ہند دیارِ حرم شریف پہنچتا۔ تو آپ پیر و مرشد کے حکم کے منتظر رہتے۔ بارہویں سال ریاضت و مجاہدہ کا وقت ختم ہوا۔ اور ۱۲۹۴ھ میں جب ہند سے یادگار تاریخی قافلہ سرزمین حجاز پہنچا تو مکہ میں شاہ عبدالغنی صاحبؒ اور پیر و مرشد حضرت گنگوہیؒ کی اجازت حدیث و سفارش سے حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی سے شرف بیعت حاصل کیا۔

اس قافلۂ حجاز میں منتخب روزگار علماء و صلحاء حضرت نانوتویؒ، پیر و مرشد حضرت گنگوہیؒ، مولانا رفیع الدین صاحبؒ، مولانا محمد یعقوب صاحبؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ، حکیم ضیاء الدین صاحبؒ مولانا محمد مظہر صاحبؒ جیسی ہستیاں شامل تھیں اور پھر دوسرے سال ۱۲۹۵ھ کو آپ بھی اسی قافلہ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لے آئے ۱۲۹۶ھ میں آپ حضرات کے حکم پر بحیثیت قاضی بھوپال مقرر کئے گئے کچھ عرصہ بعد آپ واپس درس و تدریس کیلئے دیوبند بلوائے گئے۔ اس کے بعد آپ کو سہسرام (صوبہ بہار) کے ایک دینی مدرسہ میں درس و تدریس اور اشاعت و تبلیغ دین کیلئے میر معظم حسین خان صاحب خانستہ آبادی اور نواب احسن اللہ خان صاحبؒ کی سفارش پر بلوایا گیا۔ ازاں بعد کلکتہ تشریف لے گئے اور محلہ سیٹھ ہرکشن لال کی ایک مسجد میں دینی مدرسہ جاری کیا۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل سے لاکھوں عوام مستفیض ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کلکتہ میں دو دو لاکھ عوام کے مجمع سے خطاب کرتا ہوں۔ تو مجھ میں غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اکوڑہ خٹک پہنچتا ہوں تو یہاں کے عوام کی سردمہری اور برے سلوک کی وجہ سے ذہن غرور سے پاک ہو جاتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے حضرت گنگوہیؒ نے اکوڑہ میں

مستقل قیام کی اجازت کا حکم دیا تھا کہ یہاں رہ کر بہتر تزکیہ نفس ہو جاتا ہے۔ پھر حکم ملا کہ سورت بمبئی جاکر یوسف اعظم غلام حسین صاحب میمن کے پاس قیام کریں۔ وہاں بوہرہ جماعت کا ایک فرقہ دین میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہاں جاکر قلمی اور لسانی جہاد شروع کریں۔ بمبئی میں میمن سیٹھوں کی مالی امداد سے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔ مدرسہ کے جملہ امور درست کرنے اور بدعات کے خلاف جنگ جیتنے کے بعد ایک بار پھر دہلی جانے کا حکم ملا۔ دہلی میں دین کے پروانوں کے ایک گروہ نے جس میں حاجی اللہ بخش محمد جان صاحبؒ۔ حاجی جیون بخش صاحبؒ ، الحاج عبدالرحمٰن صاحبؒ ، حافظ محمد ادریس صاحبؒ ، محمد الیاس صاحبؒ اور محمد یوسف صاحبؒ نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اسی جماعت نے آپ کے قیام و طعام کا بندوبست کیا۔

متذکرہ بالا اصحاب جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے ، ان میں سے اکثر و بیشتر اہلِ حدیث حضرات تھے اور جناب گنگوہیؒ کے خاص معتقد اور مرید تھے۔ آپ کو حضرتؒ جہاں جہاں بھجواتے رہے اپنے خاص عقیدتمندوں کے پاس بھجواتے ، اور اس طرح آپ بدعات اور رسومات کے خلاف جہاد کرتے رہے کچھ ہی عرصہ بعد آپ نے وطن واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اور دہلی سے وطن روانہ ہوئے ، راستہ میں مختلف مقامات پر قیام کرتے ، اور پھر اگلی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے۔ یہاں تک کہ اکوڑہ خٹک پہنچ گئے۔ اور رات مسجد تیلیاں بالمقابل سفید مسجد میں قیام کیا۔ نماز عشاء کے بعد لوگوں کو وعظ و نصیحت کی۔ اگلی صبح پھر نماز کے بعد تقریر فرمائی ، لوگوں پر کچھ اثر ہوا ، اور یہ خبر پورے گاؤں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ ایک عالم تشریف لایا ہے اور ہر نماز کے بعد وعظ و نصیحت کرتا ہے ، اُسے سننے کیلئے گاؤں کے لوگ جوق در جوق آنے لگے۔

سفید مسجد کے متولی شیخ عبدالقادر صاحب تھے (جو حاجی محمد یوسف صاحب رکن دارالعلوم حقانیہ کے والد تھے) جو خود بھی اچھے عالم تھے۔ آپ کے پاس اپنے خاندان کے بزرگوں سمیت آئے ، آپکی باتیں سنیں تو آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ آپ کے سسر جناب شیخ امیر باباجی صاحبؒ نے آپ کو اپنا ذاتی مکان رہائش کیلئے مفت دے دیا۔ شیخ خاندان کے دیگر مقتدر و معزز حضرات نے آپ کی کماحقہٗ قدر کی بعض نے کاشت کیلئے مفت اراضیات دے دیں اور آپ سے یہاں مستقل رہائش اختیار کرنے کی اپیل کی۔ اہلِ ایمان اور اہلِ علم نیز علم کے قدر دانوں نے آپ کے گرد ایک عظیم حلقہ بنا لیا ، چونکہ آپ کا مشن عوام کو بدعات اور رسومات کے خلاف صف آرا کرنا تھا اس لئے یہ نہایت ضروری تھا کہ وہ جاہل اور بے علم مولوی یا پیش ائمہ جو کسی نہ کسی طریقہ سے سادہ لوح عوام کو یا تو لوٹ رہے تھے یا ان پر کسی طریقہ سے اپنی بالادستی

قائم رکھنا چاہتے تھے، یا وہ جھوٹے اور غلط پیر جن کے مفادات کو نقصان پہنچنے کا یقین ہوگیا تھا، آپ کے خلاف ہوگئے اور آپ کے ساتھ مناظروں پر اتر آئے، نیز آپ کے خلاف عوام کو بھڑکانے لگے۔ صوبہ سرحد میں علماء کی کمی تو نہ تھی، لیکن یہ بات ضرور تھی کہ وہ صرف منطقی علماء تھے اور حدیث سے یا تو واقف نہ تھے اور اگر تھے تو چونکہ حدیث سے ان کے ذاتی مفادات کو نقصان پہنچتا تھا۔ اس لئے اُسے پس پشت ڈال دیا تھا۔ آپ نے یہاں بھی اُسی جہاد کا سلسلہ شروع کیا جو کہ حضرت گنگوہیؒ اور ان کے مقتدا و پیشواؤں کا مشن تھا۔ صوبہ سرحد میں سب سے پہلے باقاعدہ درسِ حدیث کا آپ نے اسی مسجد میں اہتمام کیا اگر مبالغہ سے کام نہ لیا جائے تو کہنا درست ہوگا کہ آپ صوبہ سرحد میں اوّلین خدامِ حدیث میں سے تھے۔
آپ کو اکوڑہ سے نکالنے آپ کو طرح طرح کی تکالیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی۔ اکوڑہ خٹک کی گلیوں اور بازاروں میں لوگ آپ کو پتھروں سے مارتے، آپ کا مذاق اڑاتے، لیکن آپ نے اپنا مشن نہ چھوڑا۔ آپ کہا کرتے تھے کہ آج لوگ حدیث سن کر مجھے پتھروں سے مارتے ہیں لیکن ایسا وقت ضرور آئے گا کہ سرزمینِ اکوڑہ کا ایک جاہل بھی ایک شیخ الحدیث کی طرح کئی معتبر احادیث کا حافظ ہوگا۔ آپ دعا فرمایا کرتے تھے کہ رب العزت اکوڑہ خٹک کی سرزمین کو مرکز حنفاء اسلام بنائے۔

آپ نے یہاں پیر پرستی کے خلاف اور بدعات و رسومات بد کے خلاف سلسلۂ جہاد شروع کیا۔ یہاں پر قضاعمری اور اشارہ پر کئی مناظرے ہوئے۔ آپ نے دینِ حق کی اشاعت و تبلیغ کیلئے ہر خطرہ کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور علمی تبحّر سے عقلِ سلیم رکھنے والے حضرات بہت متاثر ہوئے۔ اور آپ کے معتقد بن گئے۔ اکوڑہ خٹک کے معزّز خاندان سادات کے بزرگ جناب سید امیر شاہ صاحبؒ عرف باجیؒ نے اپنی بیٹی سیدہ روشن بی بی آپ کے عقد میں دے دی جو نہایت پارسا اور پابند صوم و صلوٰۃ خاتون تھیں اور دینی کتب اور قرآن کریم ناظرہ جناب الحاج سید مہربان علی شاہ صاحب بخاری کی والدہ ماجدہؒ سے پڑھ چکی تھیں جو کہ زہد و تقویٰ اور پارسائی کیلئے اپنی مثال آپ تھیں۔ آپ کی رخصتی شیخ امیر باباجی صاحبؒ ہی کے عنایت کردہ مکان میں ہوئی۔ یہ شرف بھی اکوڑہ خٹک کے شیخ خاندان کو حاصل ہوا کہ انہوں نے یکتائے روزگار علامہ کیلئے سب کچھ وقف کر دیا۔
مستقل سکونت اختیار کرتے ہی علاقہ بھر کے علماء و فضلاء آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے اکوڑہ پہنچنے شروع ہوگئے، ان میں سے کچھ تو آپ کے معتقد بن گئے۔ اور کچھ آپ کے خلاف ہوگئے۔ چند سال قیام کے بعد آپ کی خدمات کی ضرورت پڑی۔ تو آپ بچوں کو چھوڑ کر گوپال راؤ واقع ناگپور بلائے گئے وہاں مسجد حسام الدین میں قیام کیا۔ اور شرک و بدعات کے اس مرکز میں جہاد کا آغاز کیا۔ وہاں کچھ

عرصہ قیام کے بعد واپس اکوڑہ خٹک تشریف لے آئے ، اور محلہ حجاماں دخیاطان میں اپنے سُسر کے عنایت کردہ مکان میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے ۔ اور مزار شریف اخوالدین سلجوقی صاحبؒ المعروف بہ اخوندین صاحبؒ کے ساتھ ملحقہ مسجد میں باقاعدہ مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور درس قرآن و حدیث کا آغاز کیا ۔ آپ کے پاس افغانستان ، روس ، ترکستان اور وسط ایشیا کے دور دراز ممالک سے طلبہ حصول علم کیلئے آنے لگے ، آپ کی علمی شہرت سن کر اس وقت کے علماء صلحاء اور خوانین حضرات بھی آپ سے بہرہ ور ہونے کیلئے تشریف لائے ۔ آپ نے سوات صاحبؒ اوّل ، پیر صاحبؒ مانکی شریف ، بڈے ملا صاحبؒ ، اسوٹا باباجی صاحبؒ ، کوٹھے ملا صاحبؒ اکوڑہ خٹک کے قاضی انوار الدین صاحب کے جد امجد مرحوم کے ساتھ بھی مختلف مسائل پر مناظرے اور مباحثے کیئے اور بعض مقامات پر مناظروں اور مباحثوں کیلئے اپنے ہی شاگردوں کو بھجوایا جو کہ کامیاب و کامران رہے ۔ اور ان میں سے اکثر و بیشتر آپ کی علمیت کے معترف ہو گئے ۔ اور بعض اصحاب و حضرات کی آپس میں مخالفت شروع ہو گئی ، جو بعد میں ایک دوسرے پر وہابی وغیرہ کے فتوے لگانے لگے ۔

جناب مولانا سید حبیب شاہ صاحب بخاریؒ نے اپنی سوانح حیات میں تحریر کیا ہے ۔ کہ امام فقہ حضرت علامہ سخرتے صاحبؒ نے جس طرح دین کی خدمت صوبہ سرحد اور پنجاب میں کی ہے شاید کہ کوئی کر سکا ہو کیونکہ اس دور میں پیر پرستی اور بدعات کا زور تھا اور مسلمانوں میں نئے نئے بدعتی فرقے پیدا ہو رہے تھے ۔ لیکن آپ نے تن تنہا اس جہاد کا بیڑا اپنے کاندھوں پر اٹھایا جو کہ بعد میں ایک عظیم قافلہ بن گیا ۔ سرزمین اکوڑہ خٹک پر جب حاجی صاحبؒ ترنگزئی نے قدم رکھا ۔ تو سیدھے آپ کے پاس ملاقات کے لئے تشریف لائے ، اس وقت حضرت العلامہ شیخ الحدیث جناب مولانا عبدالحق صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کم سن تھے ، آپ کے والد ماجد علامہ مولانا معروف گل صاحبؒ آپ کے مکان پر انہیں بغرض دعا اپنے ساتھ لے آئے اور آپ کیلئے خلوص دل سے دونوں عظیم المرتبت ہستیوں نے دعا فرمائی ۔ اور انہی کی دعاؤں کے طفیل رب العزت نے آپ کو علم و فضل کے کمالات سے نوازا ہے اور آپ کی وہ دعا قبول ہو گئی ، آج سرزمین اکوڑہ خٹک دنیا میں ایک بڑا مرکز دین اسلام ہے اور یہاں سے لاکھوں تشنگان علم سیراب ہوتے ۔

یہ بات یقینی ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے ۔ ایک زمانہ ہوا ہے کہ یہاں ایک چشمہ علم جاری کیا گیا تھا ۔ اس سے لاکھوں عوام مستفیض ہوئے ۔ پھر کچھ عرصہ بعد کچھ نہ کچھ سلسلہ جاری رہا ۔ دارالعلوم حقانیہ کے آغاز سے یہی سلسلہ پھر سے زور و شور سے شروع ہو گیا اور انشاء اللہ تا قیامت جاری

رہے گا۔ انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر کئی بار آپ جیل بھجوائے گئے۔ اور کئی بار آپ کو پابند مسکن کیا گیا۔ کئی مرتبہ آپ کو پابندِ ضمانت کیا گیا جب ہند میں انگریز مخالف تحریکات چل رہی تھیں، تو سب سے پہلے دار الحرب کا نعرہ آپ نے لگایا جسکی وجہ سے آپ کو تحصیل بدر کر دیا گیا۔ آپ نے امازو گڑھی ہجرت فرمائی۔ اور وہاں مدرسہ شروع کیا۔ نیز مکان کیلئے زمین بھی خریدی لیکن مقدمہ جیتنے کے بعد واپس اکوڑہ خٹک تشریف لے آئے اور سلسلۂ درس و تدریس شروع کیا۔ اکوڑہ خٹک میں قاضی انوار الدین صاحب قاضی شہر کے والد ماجد مرحومؒ، قاضی امین الحق صاحب مرحومؒ، مولانا شفیع اللہ صاحبؒ مرحوم خیاط، مولانا امیر الدین صاحب قریشی مرحومؒ، خان بہادر محمد زمان خان خٹک صاحب مرحومؒ، شیخ عبد المنان صاحب مرحومؒ، شیخ امیر باباجی صاحب مرحومؒ، شیخ عبد القادر صاحب مرحومؒ والد ماجد شیخ حاجی محمد یوسف صاحب خادم خاص دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ خان محمد حسین خان صاحبؒ سب سے پہلے شاگرد تھے۔ بعد میں بابو امجد علی صاحبؒ ہیڈ کلرک گورا ہسپتال نوشہرہ صدر (موجودہ سی۔ ایم۔ ایچ نوشہرہ) جناب سیٹھ محمد سعید صاحبؒ لال کرتی نوشہرہ صدر۔ محمد انور خان صاحبؒ درانی نوشہرہ کلاں۔ مولانا غلام خان صاحب آف جہانگیرہ پار۔ سید عشرت علی شاہ صاحب بخاریؒ۔ جناب مولانا عبد الحق صاحب قندھاری (بقیدِ حیات) جو کہ اس وقت بھارت کے کسی دینی مدرسہ میں بحیثیت شیخ الحدیث کام کر رہے ہیں۔ جناب مولانا شاہ زمان صاحب کابلیؒ۔ جناب مولانا سید سعادت شاہ صاحب کاکاخیل (بقیدِ حیات) آپ کے شاگرد رہے۔

بعض مسلمان افسران بھی تعطیل کے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ نہ کچھ مسائل سیکھ جاتے اور بعض مقدمات کے فیصلوں کیلئے آپ کی خدمت میں شرعی مسائل اور فیصلوں کی تصحیح کیلئے تشریف لایا کرتے تھے۔ ان میں سابق تحصیلدار نوشہرہ جناب خان بہادر محمد علی قلی خان صاحبؒ۔ جناب شہسوار خان صاحب کوہاٹیؒ اسسٹنٹ کمشنر نوشہرہ۔ جناب محمد ظریف خان صاحب پشاوریؒ کمشنر اور نواب محمد اکبر خان صاحب ہوتی۔ اکبر دار العلوم مردان قابلِ ذکر ہیں۔

۱۹۱۹ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا، تین سال تک آپ صاحبِ فراش رہے صحت یاب ہونے کے فوراً بعد آپ کا بڑا بیٹا جو کہ کم سنی میں علوم و فنون میں کمال حاصل کر چکا تھا، فوت ہو گیا۔ اسکی جدائی کے صدمہ کے بعد آپ نے خلوت نشینی اختیار کر لی۔ اور ۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں کسی کے ہاں فاتحہ پڑھنے گئے وہاں تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اپنے شاگردوں سے کہا کہ ڈیوڑھی میں وہ چبوترہ جہاں بیٹھ کر درس حدیث و قرآن دیا کرتے تھے، اُسے صاف کر کے وہاں دری پر تکیے لگا دو۔ تھوڑی دیر بعد کچھ خاص مہمان آ رہے ہیں، میں بھی آ رہا ہوں۔ شاگرد بہت حیران ہوئے، لیکن حکم کی تعمیل کرنے کیلئے خاموشی

سے روانہ ہو گئے اور تکمیل حکم کر بیٹھے۔ تھوڑی دیر بعد آپ بھی تشریف لے آئے۔ عصر کی نماز ہو چکی تھی اتنے میں آپ چبوترے پر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک ڈیوڑھی کے دروازے پر نظر پڑتے ہی آپ کھڑے ہو گئے۔ ہوا میں کسی کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اور سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد بیٹھنے کو کہا۔ اور پھر پوچھا کیا آپ میری چیز لے آئے ہیں۔ پھر دونوں ہاتھ آگے بڑھائے جیسے کوئی چیز لے رہے ہوں۔ اس کے بعد ہاتھ واپس ہوا میں بڑھاتے ہوئے کہا کہ یہ میری چیز نہیں اسے واپس لے جاؤ۔ اور میری چیز لے آؤ۔ تھوڑی دیر بعد یہی عمل پھر دہرایا۔

ایسی باتیں کرتے ہوئے جب بڑے بیٹے سید عبداللہ شاہ صاحبؒ نے انہیں دیکھا تو بے اختیار آپ کی گود میں گر پڑے۔ لیکن آپ نے یہ کہتے ہوئے انہیں گود سے اٹھا لیا کہ ایسا نہ کریں آپ کے جسم اور کپڑوں پر روغن لگ جائیگا۔ اس کے بعد مہمانوں کو رخصت کیا اور خود شام کی نماز کیلئے مسجد تشریف لے گئے۔ اور حسبِ معمول مغرب اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد گھر واپس لوٹے۔ آپ زندگی بھر زمین پر سوتے رہے۔ گھر میں کتب خانہ کی کوٹھڑی میں سویا کرتے تھے۔ لیکن اس رات خلافِ عادت آپ مکان کے بڑے کمرے میں چارپائی پر سو گئے اور صبح صادق سے پہلے اپنی بیوی کو جگایا اور اُسے صرف اتنا کہا کہ آپ کو اور بچوں کو خدا کے سپرد کر دیا ہے۔ خدا آپ کا اور بچوں کا حافظ اور نگہبان ہو۔ اس کے بعد کلمۂ شہادت پڑھ کر چارپائی پر لیٹ گئے۔ جب بیوی چارپائی تک پہنچی تو آپ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکے تھے۔

آپ کی وفات پر پورے گاؤں میں کہرام مچ گیا تھا۔ اور شیخ غلام ربانی صاحبؒ عرف چاچا ربانی نے اس ماتم اور سوگ میں اس طرح کردار ادا کیا کہ مسلمان تو درکنار ہندوؤں اور سکھوں کو بھی اس ماتم میں شرکت کیلئے تین دن تک پورا بازار بند رکھنے پر مجبور کیا۔ پورے شہر میں تین دن تک بازار دکانیں اور سب کاروبار بند رہا جس خاندان کے بزرگوں نے آپ کا ساتھ دیا اسی خاندان کے باقیات صالحات نے موت کے بعد بھی انہیں کسی دوسرے قبرستان دفن کرنے نہ دیا، بلکہ اپنے ہی بزرگوں کے ساتھ انہیں بھی دفن کیا نیز آپ کی اولاد کیلئے قبرستان کی زمین وقف کر دی۔ اس طرح ایک جیّد عالم اور صاحب مرتبہ بزرگ کی زندگی کی شمع گل ہو گئی۔

آپ کے پاس ایک عظیم کتب خانہ تھا جس میں نایاب قلمی نسخے تھے، اور ایسی کتب تھیں جو کہ آج بھی بہت مشکل سے ملتی ہیں۔ بعد میں وہ کتب خانہ نواب آف ہوتی جناب محمد اکبر خان صاحبؒ نے کچھ خرید لیا جس میں ان کے ہاتھ کا تحریر کردہ شرح ترمذی شریف قلمی بھی وہ لے گئے اور آج تک ان کے کتب خانہ

میں موجود ہے۔ اور اسی طرح ایک اور قلمی نسخہ ترمذی شریف کی شرح کا جناب مولانا محمد ایوب صاحب بنوری کے دار العلوم کے کتب خانہ یا ان کے ذاتی کتب خانہ واقع دار العلوم سرحد بھانہ باڑی میں موجود ہے۔ کچھ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخے اب بھی موجود ہیں جن میں رسالہ فیض مقالہ۔ رسالہ قضاء عمری۔ رسالہ تسنین الاشارہ۔ رسالہ فضائل العلم والعلماء۔ رسالۃ الجہاد والہجرت۔ رسالہ نحویہ بہ تحقیق امر۔ رسالۃ الجمعہ والجماعت۔ تفسیر متوفی بجواب قادیانی۔ شرح قصیدہ بردہ (جو کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔) شرح ترمذی شریف قلمی دو نسخہ مطبوعہ متفرقہ پریس دہلی جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ النظر الغائر فی کشف الدائر۔ رسالۃ الفتور عن بوائق الدھور۔ رسالہ تجوید ضالین ظالین۔ رسالۃ خلعۃ المصلین۔ القول الجدید فی اثبات التقلید۔ اور کئی نادر ذاتی قلمی نسخے جو کہ انقلاب زمانہ کی نذر ہو گئے۔

ضمیمہ ۔از جمیع الحق۔

حضرت مولانا مرحوم کو اکابر اساتذہ کی خصوصی شفقت حاصل تھی اور بعض اکابر نے اپنے دست مبارک سے انہیں سند لکھ کر عطا فرمائی۔ الحمد للہ کہ یہ تحریرات اور متبرک نوادرات دست برد زمانہ سے بچ گئے اور راقم کے پاس موجود ہیں۔ پہلی تحریر حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی کی ہے جس پر حضرت نے ۶ رمضان ۱۳۱۰ ہجری کی تاریخ ثبت فرمائی۔ یہ سند بڑے پوسٹ کارڈ کی ۱۹ سطروں پر مشتمل ہے۔

سند اجازت از دست مبارک حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد سید الانبیاء والمرسلین والہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ۔الی یوم الدین اما بعد فیقول المفتقر الی رحمۃ ربہ الصمد الفقیر المدعو برشید احمد الانصاری نسباً والجنجوھی موطنا تجاوز اللہ تعالی عن ذنوبہ ومعائبہ و رضی عنہ وعن مشائخہ ان المولوی الوقور ذالفضل الموقور محمد عبد النور قد قرء علیّ واستمع عنی الامھات الست المشہورۃ عند المحدثین المحتویۃ علی الصحاح والحسان من احادیث الرسول السید الامین الصحیحین للشیخین والجامع للترمذی

خلاصہ مضمون (حمد وصلوٰۃ کے بعد) اپنے رب کی رحمت کا محتاج فقیر رشید احمد کہتا ہے کہ ذی وقار اور فضیلت مآب مولانا محمد عبد النور نے مجھ سے صحاح ستہ احادیث پڑھیں، اور سنیں (آگے صحاح ستہ اور ان کے مولفین کے نام ہیں۔) اب چونکہ یہ اس کے اہل میں تو میں انہیں ان تمام کتابوں اور احادیث کی اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے انہیں روایت کریں اور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے اور اپنے لئے دعا کرتا ہوں کہ مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری آخرت دنیا سے بہتر فرمادے۔ ولا حول ولا قوۃ الخ والصلوٰۃ والسلام الخ

یہ تحریر میں نے ۶ رمضان ۱۳۱۰ ہجری کو لکھ دی الخ

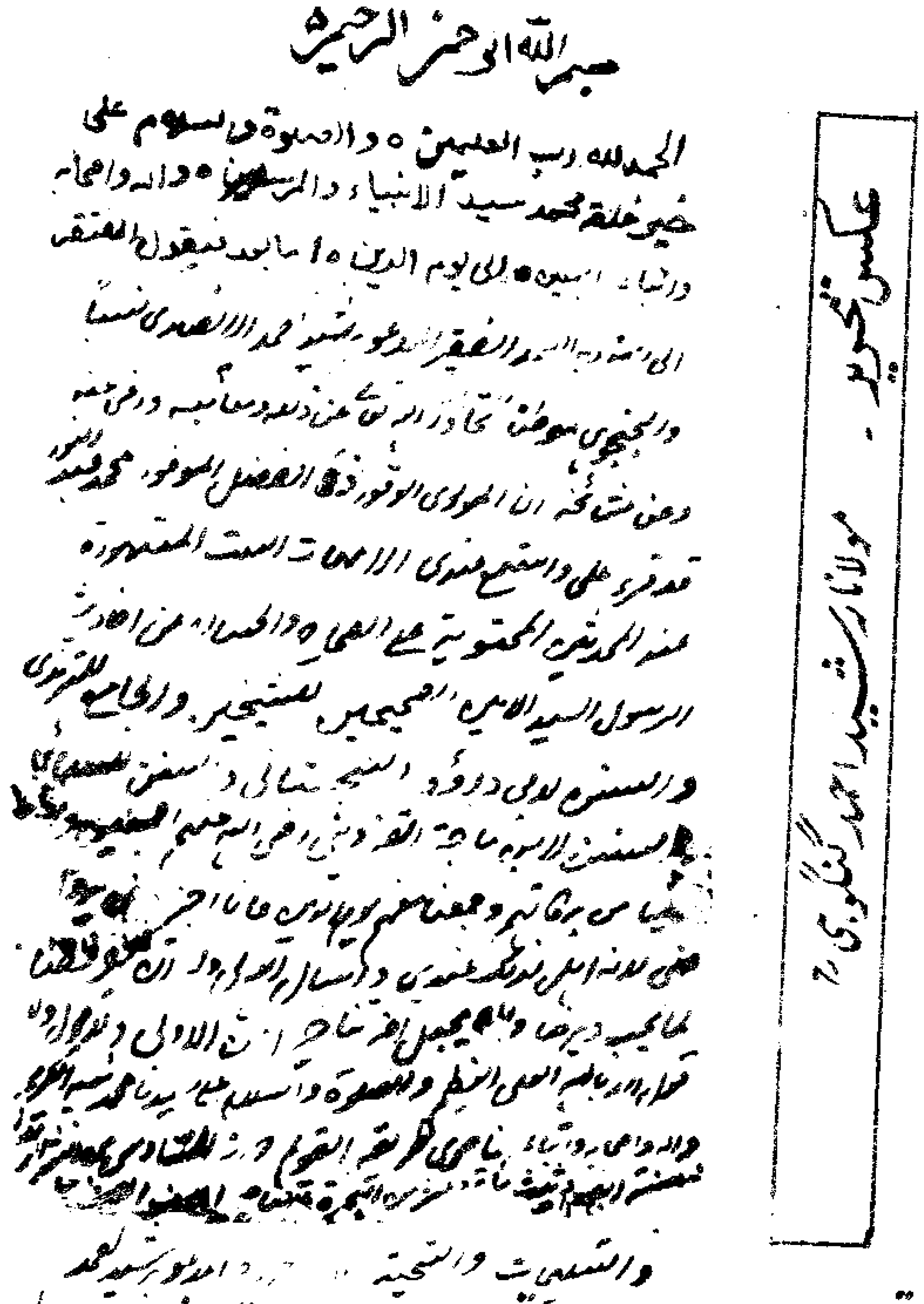
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد سيد الانبياء والمرسلين وآله واصحابه

عکس تحریر مولانا رشید احمد گنگوہی

والسنن لابی داؤد والسجستانی والسنن للنسائی والسنن

لابن ماجه القزوینی رضی الله عنهم اجمعین وافاض

علینا من برکاتهم وجمعنا معهم یوم الدین - فانا

اجیزه ان یرویها عنی لانه اهل لذلك عندی

واسال الله لی وله ان یوفقنا لما یحب ویرضی و

یجعل آخرتنا خیراً من الاولی ولا حول ولا قوة الا بالله

العلی العظیم والصلوة والسلام علی سیدنا محمد نبیه

الکریم وآله واصحابه واتباعه ناصری طریقه القویم

حررته السادس من شهر رمضان سنة الف وثلثمأة

وعشر من الهجرة علی صاحبها الوف صلوة ۱۳۱۰ھ

والتسلیمات والتحیة حرره المدعو برشید احمد

حضرت گنگوہیؒ کا اپنے اس تلمیذ رشید سے جو تعلق خاطر تھا وہ صرف اس تحریری سند سے ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا ثبوت مولانا مرحوم کے کئی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف پر تقریظ کی شکل میں بھی ہو رہا ہے۔ مولانا نے اشارہ کے سنتیت کے بارہ میں ایک بڑا عالمانہ اور مدلل رسالہ "عین البشارۃ فی تسنین الاشارہ رد ارباب البطالہ" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ اس کے اخیر میں مشاہیر علم و فضل کے نظم و نثر میں زور دار تقاریظ ہیں۔ اس رسالہ کی تمہیدی حصہ میں مولانا نے تسوید و تالیف رسالہ کے ضمن میں اکوڑہ خٹک کا ذکر جس انداز میں فرمایا ہے اس سے اس دور میں بھی اس بستی کے علم و فضل کے لحاظ سے اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:-

وتسوید ها فی قریتی اللتی هی مرکز حنفاء الاسلام ومراقد اکابر الصوفیه الکرام سیما السادات العظام انار الله مضاجعهم ومتع الناس ببرکاتهم الی یوم التناد

اس رسالہ کی تسوید میرے گاؤں (اکوڑہ) میں ہوئی۔ جو حنفاء اسلام کا مرکز اور اکابر صوفیاء کرام کی آخری خواب گاہ ہے۔ بالخصوص سادات عظام کی اللہ ان کی قبر کو روشن کرے اور دنیا کو ان کی برکات سے قیامت تک بہرہ ور کرتا رہے۔

سه کتاب کے ٹائیٹل پر لکھا ہے کہ سنت سنیہ اور مذہب حنفیہ کے اظہار کے لئے یہ رسالہ مزیل الشبہات فی تبطل الاشارات نامی کتاب کے رد میں لکھا گیا ہے مطبع گوپال راؤ ناگپور سے اور سن طباعت ۱۳۱۶ مطابق ۱۸۹۹ء ہے۔ ۱۰۰ صفحات ہیں ۹۷ صفحات پر موضوع سے بحث کرتا ہے اس کے بعد تین چار صفحات تقاریظ ہیں۔ آخر میں القول الجدید فی اثبات التقلید کے نام سے مولانا کا مختصر مقالہ بھی ہے۔ (سمیع)

بہرحال اس کتاب کے صفحہ ۷۰ پر حضرت گنگوہیؒ کی تقریظ ان مختصر جامع الفاظ میں موجود ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً ومصلیاً ما احسن ما اجاد فقد حقق واتقن ما اراد وما افاد جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء حیث احیٰی سنۃ خیر الخلائق وافضل العباد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم التناد۔ حررہ العبد الراجی رحمۃ ربہ الصمد المدعو برشید احمد

تحریری سند مبارک حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

اس کے بعد دوسری اہم سند حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس اللہ سرہ العزیز کی ہے۔ جس میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے انہیں ان تمام کتابوں کا ذکر کیا ہے جو مولانا مرحوم نے شیخ الہندؒ سے پڑھی ہیں۔ اس میں دورہ حدیث کے موقوف علیہ کے علاوہ درس نظامی کی مختلف علوم وفنون کی اکثر اہم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ سند مبارک بڑے پوسٹ کارڈ سائز کے ۱۴ سطروں پر مشتمل ہے اور ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ تحریر ہے بعبارت حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لاشریک لہ ولا نظیر ولا ولی لنا غیرہ ولا نصیر واصلی واسلم علی رسولہ البشیر النذیر وعلیٰ آلہ واصحابہ اساطین الملۃ وارکان الشریعۃ بلانکیر۔ اما بعد فان اخی فی دین اللہ الغفور (؟) الشکور المولوی محمد عبد النور فقد قرء علی من کتب التفسیر الجلالین والبیضاوی ومن کتب علم الکلام شرح المواقف ومن کتب علم العروض المفتاح ومن کتب علم البیان والمعانی المختصر والمطول للعلامۃ التفتازانی وقد قرء جمیع العلوم عندنا من العلماء الکرام فاجیزہ ان یدرس جمیع العلوم العقلیہ والنقلیہ فانہ مع جودۃ ذھنہ بذل جہدہ فی تحصیل العلوم کلہا واوصیہ کما اوصی نفسی بالتقویٰ فی السر والنجویٰ وادعوالہ (؟) والفلاح وآخر دعوانا

خطبہ مسنونہ اور حمد وصلوٰۃ کے بعد۔ امابعد میرے دینی بھائی مولوی محمد عبدالنور نے مجھ سے علم تفسیر میں جلالین و بیضاوی علم الکلام میں شرح مواقف علم عروض میں عروض المفتاح اور علم بیان ومعانی میں مختصر المعانی اور مطول للعلامۃ تفتازانی پڑھی۔ اسی طرح تمام علوم ہمارے ہاں علماء کرام سے پڑھیں۔ پس میں انہیں تمام عقلی اور نقلی علوم کے تدریس کی اجازت دیتا ہوں اس لیے کہ انہوں نے اپنے ذہن رسا کے باوجود تمام علوم کی تحصیل میں اپنی پوری جدوجہد خرچ کی۔ اور اپنے نفس کے ساتھ ساتھ انہیں بھی وصیت کرتا ہے کہ خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرتے رہیں اور ان کی صلاح وفلاح کی دعا کرتا ہوں۔

ان الحمد للہ رب العالمین - فقط

حررہٗ محمد حسن مدرس اول مدرسہ دیوبند

مورخہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

تحریری سند مولانا محمد اسحاق الہ آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

البارع الاعز الموقر المولوی محمد عبد النور قد قرء لدیّ من المنطقیات شرح المطالع و شرح السلّم للقاضی وحمد اللہ ومن الامور العامة من حاشیة السیّد الزاھد علی المواقف قدس ماکفاہ ومن الطبیعات الصدرا والشمس البازغة ومن الاصول مسلم الثبوت والتلویح ومن الکتب الادبیة کتاب للمقامات الحریری والحماسة والمتنبی وسبعة المعلقة وقصیدة البردة وبانت سعاد ومن الھیئة شرح چغمنی ومن الھندسة تحریر اقلیدس وللہ درّ ھذا الاعز الفاضل فقد جدّ فی التحصیل واجاد وبلغ ببذل جھدہ ودقة تمیزہ وجودة نحویته وصرفیته بکل فن قصدہ وارادہ

الفقیر الخاطی الناسی محمد فاروق الحنفی العباسی - کتبہٗ : الاحقر محمد اسحاق الہ آبادی عفی عنہ

محترم معزز ذی وقار مولوی عبد النور نے مجھ سے علم منطق میں شرح مطالع شرح مسلم للقاضی وحمد اللہ امور عامہ حاشیہ زاہد علی المواقف کا معتدبہ حصہ پڑھا۔ اسی طرح علم فلسفہ میں صدرا اور شمس بازغہ اصول فقہ میں مسلم الثبوت اور تلویح - ادب عربی میں مقامات حریری حماسہ، متنبی، سبعہ معلقہ، قصیدہ بردہ۔ قصیدہ بانت سعاد اور علم ہیئۃ میں شرح چغمنی علم ہندسہ میں تحریر اقلیدس پڑھیں - اللہ جزائے خیر دے - اس فاضل اجل کو کہ انہوں نے تحصیل علم میں بڑی سعی اور خوب محنت کی۔ اپنی کوششوں ذہانت اور علمی استعداد صرف ونحو کی صلاحیتوں سے ہر فن میں کمال حاصل کیا ہے۔

تحریری سند حضرت مولانا محمد فاروق العباسی[1]

---

[1] بظاہر اس سے مشہور علامہ چڑیاکوٹی مراد ہیں - اگر ایسا ہے تو مولانا کے مختصر حالات یہ ہیں - آپ چڑیا کوٹ میں پیدا ہوئے منطق وہیئۃ کی کتابیں مولوی عنایت رسول وشیخ معمر اور مولانا رحمت اللہ نور اللہ لکھنوی سے پڑھیں - اور فقہ واصول کی کتابیں مفتی محمد یوسف لکھنوی سے مدرسہ امامیہ حنفیہ جونپور میں پڑھیں - اس کے بعد حجاز مقدس تشریف لے گئے - واپسی میں ملک کے مختلف اطراف میں تدریس شروع کی - آخری عمر میں دار العلوم لکھنؤ میں تدریس پر فائز ہوئے - عربی اور فارسی میں بہترین شاعر تھے - کئی رسالوں کے مصنف بھی ہیں - ۱۳ شوال ۱۳۲۷ھ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الحکیم الخبیر العلیم القدیر

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ البشیر النذیر امّا بعد

فلما قرء علیّ عدۃ من الکتب الدرسیۃ المشتملۃ

علی الفنون الادبیۃ والمعارف العقلیۃ والنقلیۃ

الشرعیۃ الفطن ذی الذکی والحبر الذمر الکمی العسوال

الوقور المولوی سید محمد عبد النور سلمہ اللہ وایدہ بما یحبہ

ویرضاہ اعنی بما شرح السلم لحمد اللہ ولوامع الاسرار

وشرح مطالع الانوار والشمس البازغۃ وشرح ھدایۃ

الحکمۃ لا صدرا والمقامات للحریری والمسلم واقلیدس

بعد حمد و صلوٰۃ جب کہ ذہین و ذہین اور بہادر

باکمال صاحب علم و فضل مولوی عبد النور نے مجھ سے

اسلامی علوم و فنون علوم عقلیہ و نقلیہ شرعیہ کی کئی اہم

کتابیں پڑھ لیں۔ یعنی حمد اللہ شرح سلم لوامع الاسرار

اور شرح مطالع الانوار شمس بازغہ، شرح ہدایۃ الحکمۃ

للصدرا، مقامات حریری اور مسلّم اور اقلیدس۔

واراد ان ...... وتدقیق وامعان ؟ ....

کتبت اھذہ الاوراق وکشفت عن الحق لیکون سنداً

لہ عند ما اراد الاحقاق۔

الاحقر الخاطی الناسی محمد فاروق الحنفی العاصی

بقیہ از صفحہ ۱۶

بقیہ از صفحہ ۱۶

اگر اس "سیر فی الارض" کے ذریعے یہ مقصد حاصل نہ ہو تو اس صورت میں بھی ایسے اسفار اس قسم کی آیات کی رُو سے قابل اعتراض ہو سکتے ہیں۔ اس موضوع پر اس سے زیادہ تفصیل کی اس وقت گنجائش نہیں ہے۔
بہر حال اس تحقیق کے بعد اب ہم کو دیکھنا ہے کہ اس لفظ کے مفہوم میں روزہ رکھنے کے معنی کیسے اور کسطرح پیدا ہو گئے۔؟ چنانچہ معنائے دوم کے مطابق ظاہر ہو گیا کہ اس لفظ کے مجازی یا ثانوی معنی اوّلین طور پر عبادت و ریاضت کی خاطر گھر سے نکلنے کے ہیں، جو رہبانیت کا مترادف ہے۔ بالفاظ دیگر اہل کتاب کے یہاں مروجہ رہبانیت کی تعبیر عربوں کے یہاں "سیاحت" کے لفظ سے کی جاتی تھی، مگر جب اسلام آیا تو جہاں اُس نے بہت سے قدیم اور جاہلانہ افعال و تصورات کی اصلاح کی اور بہت سارے الفاظ کے معانی و مفہومات بدل دئیے۔ اسی طرح اس نے رہبانیت کے اس غلط رواج کی بھی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا کہ اب اس غیر فطری طریقۂ عبادت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس اس نے روزہ اور جہاد وغیرہ کو رہبانیت کا نعم البدل قرار دیا۔ جیسا کہ مختلف احادیث سے اس مسئلے پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اس موقع پر پہلے جہاد اور پھر روزے کے مفہوم و مصداق پر بحث کی جائے گی۔ (باقی آئندہ)